OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

حسِ مزاح کے مختلف مظاہر کا مغربی و اسلامی تصور

Western and Islamic Concept of different Manifestations of Sense of Humour

Dr. Muhammad Shahbaz
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Islamia College Civil Lines, Lahore
Dr. Saima Iqbal
Assistant Professor, Department of Urdu, GC University, Faisalabad
Rubina Kausar
Doctoral Candidate Urdu, GC University, Faisalabad

Abstract

The existence of human life is based on the mixing and sharing of the two dominant emotions of happiness and sorrow. It is true that the scales of sorrow have always been heavier than the scales of happiness, but in spite of the lack of happiness and joy, man has always been struggling with difficulties and sufferings. The only thing that encourages man to survive in the nerve-wracking issues of human life is the feeling of happiness. And the three main means of expressing happiness are smile, laughter and Guffaw, whose existence is indispensable for human life. In the article under study, scribe has tried to explain these different manifestations of sense of humor under Western and Islamic concepts.

Keywords: Humour, Satire, Happiness, Smile, Laugh, Guffaw, Gautama Buddha, Schopenhauer

تمہید

فرحت و انبساط کے مغربی تصور کا جائزہ لینے کے بعد فلسفۂ مسرت کی کوکھ میں جھانک کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس نے بنی نوع انسان کو حقیقی خوشی کے حصول کا بہترین راستہ بتایا ہے اور وہ ہے، نبیِ مہربان حضرت محمد ﷺ کی سنت، جس پر عمل کرتے ہوئے تمام ابنِ آدم دنیوی و اُخروی دونوں طرح کی دائمی خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ اِس ضمن میں آنحضرت ﷺ نے ہنسی، مسکراہٹ اور قہقہہ ایسے مظاہر کی حدود و قیود کو اپنے اُسوہ حسنہ کی صورت میں اہلِ

CC BY

دُنیا کے لیے آئینے کی طرح واضح کر دیا ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے اظہارِ فرحت و انبساط کے طریق پر عمل کریں، تاکہ خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ ہمیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہو جائے۔ بلاشبہ مسرت و شادمانی کا دوسرا نام "مزاح" ہے، جب کہ مسکراہٹ (Smile)، ہنسی (Laugh) اور قہقہہ (Guffaw) مسرت و شادمانی کے اِظہار کے مختلف ذرائع ہیں۔ انسان اپنے آلام و افکار اور فرحت و انبساط کا اظہار زبان کے لباس میں کرتا ہے، اگر وہ رنج و محن میں مبتلا ہو تو نالہ و شیون اور اگر مسرت و شادمانی سے سرشار ہو تو ہنسی مذاق کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اگر کوئی چہرہ اُداس اور غمگین ہو تو اُسے دیکھ کر ہمارے چہرے بھی مکدّر و منغض ہو جاتے ہیں، لیکن اگر ہم خوش باش دکھائی دیں تو ہماری خوشی سے دوسرے بھی سرشار ہو جاتے ہیں۔[1] ہنری برگساں (Henri Bergson) (۱۸۵۹ء۔۱۹۴۱ء) کے لفظوں میں اِس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر تم ہنسو گے تو تمھارے ساتھ دُنیا بھی ہنسے گی اور اگر تم رونے لگو گے تو تمھارے ساتھ کوئی نہیں روئے گا، لہٰذا ہنسنا رونے سے بہتر ہے۔[2] اس مقالے میں خوشی و غم سے متعلق مختلف مفکرین کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کے مختلف مظاہر کے اسلامی و مغربی تصور کو سامنے لانے کی سعی کی گئی ہے۔

زندگی کے درد و غم سے متعلق مختلف مفکرین کا نقطۂ نظر

مہاتما گوتم بُدھ (Gautama Buddha) (۵۶۳ق م؟۔ ۴۸۳ق م؟) اور آرتھر شوپن ہاور (Arthur Schopenhauer) (۱۷۸۸ء۔۱۸۶۰ء) کی نظروں سے اِس دُنیائے آب و گِل کو دیکھا جائے تو یہ مجموعۂ آلام قطعی طور پر انسان کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اِس دارالمحن میں چہار سو کلفتوں کا موسم، دُکھوں کی بارش اور غموں کا راج ہے، گویا انسان روزِ ازل سے "جبر" کی زنجیروں میں پابندِ سلاسل، اختیار سے عاری اور ہر پہلو سے "مجبورِ محض" دکھائی دیتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ افلاطون (Plato) (۴۲۷؟ق م۔ ۳۴۷؟ق م) نے بھی اپنی خیالی جمہوریہ میں شاعروں کے ساتھ ساتھ قہقہے کو بھی ایک شیطانی فعل گردانتے ہوئے خارج از معمولاتِ حیات قرار دیا تھا۔[3] یہاں تک کہ غالب (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء) ایسا "حیوانِ ظریف" بھی موت سے پہلے غم سے نجات نہ پانے کا شکوہ کرتا ہوئے دُنیا سے سدھار گیا۔ یہ دُرست ہے کہ اِس دُنیا میں خوشی کے مقابلے میں غم کی مقدار زیادہ ہے، تاہم پھر بھی انسان آغاز سے ہی اِس دُنیا میں "تخفیفِ غم" کے لیے نوع بہ نوع طریقے ایجاد کرتا رہا ہے۔ حیاتِ انسانی کی سنجیدگی اور ٹھوس مادیت پسندی میں مسکراہٹ، ہنسی اور قہقہہ ایسی نعائم ہی انسان کو زندگی کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہیں۔ ہنسی مذاق دراصل دُکھوں اور غموں کو تھوڑی دیر کے لیے فراموش کر دینے کی حالت کا نام ہے۔ واضح رہے کہ حِسّ مزاح کے مختلف مظاہر میں مسکراہٹ کو ہنسی کی تمہید کا درجہ حاصل ہے۔ اِس کا تعلق فرحت و انبساط کی جبلت سے ہے۔ مسکراہٹ ایک ایسا اضطراری فعل ہے، جس میں مفاہمت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، جو انسان میں زندگی کی مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔[4] مسکراہٹ زندگی کی علامت ہے اور یہ ہمیں زندہ رکھتی ہے۔ مسکرانے کے لیے کسی جواز کی ضرورت نہیں ہوتی، بل کہ یہ انسان کی جسمانی اور ہیجانی ضرورت ہے۔[5]

انسانی انبساط و خوشی کے محرکات

انسانی انبساط و خوش طبعی کے درپردہ محرکات و آثار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے ہنسنے ہنسانے اور خوش ہونے کی وجوہات دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ بعض افراد کسی واقعے پر زیرِ لب مسکرا کر باطنی تسکین حاصل کر لیتے ہیں تو بعض کی مسکراہٹ محض آنکھوں کے پردے پر ہی کھیل کر رہ جاتی ہے، کبھی یہ مسکراہٹ مخالف پر آسمانی بجلی کی طرح ٹوٹ کر گرتی ہے تو کبھی یہ زہرخند مسکراہٹ کا رُوپ دھار لیتی ہے، بعض لوگ اکتاہٹ اور بےزاری

کے اظہار کے لیے مسکراہٹ کا تکلف آمیز ملمع ہونٹوں پر سجا لیتے ہیں تو بعض افراد دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے رعونت آمیز مسکراہٹ کا استعمال کرتے ہیں، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کے باطن میں مسکراہٹ ازخود جنم نہیں لیتی، بل کہ مسرت و مسکراہٹ دراصل ایک گدگدی کا نام ہے، جس کے لیے ظاہری اسباب و محرکات کا ہونا لازمی امر ہے۔[6] بلاشبہ انسان فطری طور پر مسرت کا طالب ہے۔ چوں کہ زندگی میں خوشیاں بہت کم ہیں، اِسی وجہ سے ہماری زندگی میں فرحت و مسرت کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔[7] اِس امر میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ جو شخص دوسروں کے لبوں پر مسکان کی قوسِ قزح بکھیرتا ہے، وہ خود خارجی سطح پر بسا اوقات بہت ملول اور افسردہ خاطر ہوتا ہے۔ بہ قول مصطفی زیدی (۱۹۳۰ء۔ ۱۹۷۰ء):

مری روح کی حقیقت مرے آنسوؤں سے پوچھو
مرا مجلسی تبسم مرا ترجماں نہیں ہے

کہا جاتا ہے کہ مسکراہٹ سے انسان کھل اُٹھتا ہے، اِس لیے مسکراہٹ بہت اچھی اور نایاب دوا ہے۔[8] اِس ضمن میں الیگزنڈر پوپ (Alexander Pope)(۱۶۸۸ء۔ ۱۷۴۴ء) کا کہنا ہے کہ غلط خوشی، غلط پیسے کی طرح ہوتی ہے، جو کچھ دیر کے لیے تو فائدہ دیتی ہے، لیکن جب اُس کی حقیقت آشکار ہو جائے تو ہم اُس کے بے فائدہ ہونے کو نہ صرف جان لیتے ہیں، بل کہ اُس پر کفِ افسوس بھی ملتے ہیں۔[9] مسکراہٹ کے سٹائل کی بات کی جائے تو اِس ضمن میں لیونارڈو ڈونچی (Leonardo Da Vinci)(۱۴۵۲ء۔ ۱۵۱۹ء) کا شہرۂ آفاق کارنامہ، جو اُس نے مونا لیزا (Mona Liza) کی مورت بنا کر انجام دیا، مسکراہٹ کے حوالے سے فی زمانہ ایک ضرب المثل بن چکا ہے۔ ایک معروف مغربی ناقد گیوکونڈا (Gioiconda) مونا لیزا کی مسکراہٹ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ کسی بھی فن کار نے نسائیت کو اِس طرح بیان نہیں کیا، جیسا کہ وہ اِس مسکراہٹ میں بیان ہوئی ہے۔[10] مسکراہٹ کی وادیوں سے گزر کر اگلا مقام ہنسی کا آتا ہے، جو انسان کی شگفتہ مزاجی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہنسی ایک ذہنی کیفیت یا یوں کہیے کہ ایک نفسی انبساط کا نام ہے۔[11] کچھ لوگ ہنگامی فرار حاصل کرنے کے لیے مصیبت کے وقت اپنی ذات پر کھلکھلا کر ہنستے ہیں۔ بلاشبہ انسان رونے کی طرح ہنسنے پر بھی مجبور ہے۔ ہنسی کسی میٹھی چیز کی طرح ہوتی ہے، جو ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ ہنسی اگر اپنے دُکھوں اور تکلیفوں سے نکلنے کا ذریعہ نہ بھی ہو، لیکن پھر بھی نفسیاتی اعتبار سے وقتی طور پر ہمیں جینے کا حوصلہ ضرور عطا کرتی ہے۔ امیر السلام ہاشمی (پ: ۱۹۳۰ء) کے الفاظ میں:

آیئے خود پہ ذرا ہنس کے یہ معلوم کریں
کتنا ہنستا ہوا انسان بچا ہے ہم میں

اِسی حوالے سے نویں صدی عیسوی کے ایک نام ور مسلمان مفکر طیب علی ربّان الطبری (م: ۸۶۱ء) اپنی شاہ کار تصنیف "فردوس الحکمہ" میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اچانک کسی بات کو سُن کر یا دیکھ کر چونک پڑے اور اِس ضمن میں دل و جان سے کوئی عملی قدم اُٹھانے کے لیے فوراً مُستعد و آمادہ بھی ہو جائے، مگر اگلے ہی لمحے اُسے احساس ہو کہ اب اُسے کسی عملی قدم کی احتیاج باقی نہیں رہی تو اِس دوران اُس کے خون میں جو اُبال پیدا ہو چکا تھا، وہ معاًفالتو ہو کر ہنسی کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔[12] بعینہٖ مغربی مفکر John Morreall (پ: ۱۹۴۷ء) ہنسی کی سماجی ضرورت و اہمیت پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"We rarely laugh when alone, even at things that would evoke our laughter if we were with others. And if we are in a group and find that we are the only one laughing at something, we will usually cover our mouth and stifle our laughter, at least

until others join in. This social aspect of laughter shows, too, in its contagiousness. Group laughter tends to work like atomic fission. Your laughter makes me laugh harder, and mine in turn reinforces your laughter. Indeed, sometimes another person's laughing is enough to get us started, even though we don't know what is making him laugh.[13]"

خوشی و غم علم نفسیات میں

علمِ نفسیات کی رُو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی فعل کو ابتداً بہت ناگزیر اور اہم سمجھتا رہا ہو، مگر بعد ازاں وہی معاملہ انتہائی فروعی ثابت ہو تو ایسی صورتِ حال بلاشبہ ہنسی کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ بعینہٖ پُرانے خیالات کے حامل افراد، جو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق خود کو نہیں ڈھال پاتے اور اپنی اُسی پُرانی روِش پر ڈٹے رہتے ہیں، دوسروں کے لیے وہ لازمی طور پر ہنسی کا باعث بنتے ہیں۔ مزید یہ کہ بے ڈھنگا پن، ناموافقت اور ناموزونیت کا فہم و ادراک بھی ہنسی کے فروغ کو جنم دیتا ہے۔[14] واضح رہے کہ "ناموزونیت" یا "عدمِ موافقت" کا نظریہ پہلے پہل تو ارسطو (Aristotle) (۳۸۴ق م۔۳۲۲ق م) کے ہاں پروان چڑھا، تاہم بعد ازاں پاسکل بروکنر (Pascal Bruckner) (پ: ۱۹۴۸ء)، عمانوئیل کانٹ (Kant Immanuel) (۱۷۲۴ء۔۱۸۰۴ء)، سسرو (Cicero) (۱۰۶ق م۔ ۴۳ق م)، آرتھر شوپن ہاور (Arthur Schopenhauer) (۱۷۸۸ء۔۱۸۶۰ء) اور ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer) (۱۸۲۰ء۔۱۹۰۳ء) ایسے فلاسفہ نے اِسے توضیح آمیز جزئیات کے ساتھ بیان کیا۔ خاص طور پر ہربرٹ سپنسر کا کہنا ہے کہ شدید ذہنی و جسمانی کیفیات بھی ہنسی کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ علمِ نفسی کی رُو سے یہ بلاشبہ ایک ناقابلِ تردید بیان ہے۔ اِس ضمن میں ہربرٹ سپنسر لکھتے ہیں:

"Strong feeling, mental or physical, being, then, the general cause of laughter.[15]"

ہنسی اور احساسِ برتری

جدید سیاسی فلسفے کے بانی معروف انگریز فلسفی تھامس ہابز (Thomas Hobbes) (۱۵۸۸ء۔۱۶۷۹ء) بھی "نظریہ احساسِ برتری" (Theory of sense of superiority) کے حامل فلاسفہ کی طرح کہتے ہیں کہ ہنسی دراصل احساسِ برتری کے احساس سے نمو پذیر ہوتی ہے۔ ہابز کے نزدیک ہنسی فی الاصل اچانک حاصل ہونے والی عظمت و رفعت کے احساس کے باطن سے پھوٹتی ہے، جو انسان کے داخلی و خارجی نقوش کو پُر مسرت بنا دیتی ہے۔ یا پھر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کی کوئی خامی یا کجی ایسے لوگوں کو خود کو اُن سے بہتر و اعلیٰ ہونے کا احساس دلا کر خود ستائی کا خوگر بنا دیتی ہے، تاہم ایسا محض ایسے افراد کے ساتھ ہی ہوتا ہے، جو اپنی ذات میں موجود گنتی کی چند خوبیوں کو ہی مکمل زندگی کا نعم البدل سمجھ لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ "نظریہ فوقیت" (The theory of supremacy) کے ابتدائی آثار تو ارسطو کی "بوطیقا" میں محسوس کیے جا سکتے ہیں، تاہم "نظریہ احساسِ برتری" کو کسی قدر واضح اور ترقی یافتہ صورت میں سسرو (Cicero) (۱۰۶ق م۔ ۴۳ق م)، فرانسس بیکن (Francis Bacon) (۱۵۶۱ء۔۱۶۲۶ء)، ڈیکارٹ (Rene Descartes) (۱۵۹۶ء۔۱۶۵۰ء)، ہنری برگساں (Henri Bergson) (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۴۱ء) اور تھامس ہابز (Thomas Hobbes) (۱۵۸۸ء۔۱۶۷۹ء) نے قدرے وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ اِس ضمن میں تھامس ہابز کا کہنا ہے کہ:

"Suddenly Glory, is the passion which maketh those Sudden Grimaces called LAUGHTER; and is caused either by some sudden act of their own, that pleaseth them; or by the apprehension of some deformed thing in another, by comparison whereof they suddenly applaud themselves. And it is incident most to them, that are conscious of the fewest abilities in themselves; who are forced to keep themselves in their own favour, by observing the imperfection of other men. And therefore much Laughter at the defects of others is a sign of Pusillanimity. For of great minds, one of the proper works is, to help and free others from scorn; and come pare themselves only with the most able.[16]"

احساس کمتری کے شکار لوگوں کا مسئلہ

احساسِ کمتری(Inferiority complex) کا شکار بعض لوگ معمولی اور غیر اہم باتوں پر بلا وجہ ہنسنے لگتے ہیں اور جس موقع پر واقعتاً ہنسنے کی حاجت ہوتی ہے، ایسے موقع پر ہنسنا تو درکنار، وہ کسی بھی طرح کے فطری ردِ عمل سے بھی عاری دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے لمحات میں وہ دوسروں کے لیے ہنسی کا باعث بنتے ہیں۔ گویا مجلسِ یاراں میں پہلی بار شریک کوئی اجنبی بلند آہنگ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے زور زور سے ہنسنے کی نقل کرتا ہے تو دراصل یہ حرکت اُس کی بداعتمادی کو منکشف کرتی ہے، جسے وہ اپنی دانست میں دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے۔ عمومی سطح پر لوگ دوسروں پر ہنسنا بڑی معمولی بات سمجھتے ہیں، لیکن خود پر ہنسنے والے ہماری سماجی زندگی میں شاذ ہی ملیں گے۔ بہ قول شاعر:

لب پہ آنے لگا ہنسی بن کر
غم بھی کیا صورتیں بدلتا ہے ؟

رنج و مسرت انسانی زندگی کے دو ایسے جذبات ہیں، جو انسانی باطن کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ فرحت و انبساط کے جذبے کی ظاہری صورت ہنسی ہے۔ ہنسی ایک ذہنی کیفیت ہے، ایک طرح کی بشاشت یا ایک نفسی انبساط کا نام ہے۔[17] زمانہ قدیم سے ہی ہنسی کے مظاہر و مدارج اور محرکات و اسباب علما و حکما کے فکر و نظریات کا مرکز و محور رہے ہیں، گویا افلاطون (Plato) (۴۲۷؟ق م۔۳۴۷؟ق م) سے لے کر دورِ جدید میں سگمنڈ فرائڈ(Sigmund Freud)(۱۸۵۶ء۔۱۹۳۹ء) تک کم و بیش تمام فلاسفہ نے مسرت و انبساط کے مختلف النوع محرکات و نظریات پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے اپنے انداز میں مفروضات قائم کیے ہیں۔ اِس ضمن میں مفکرین کا ایک گروہ ہنسی کو خارجی دُنیا کی پیداوار قرار دیتا ہے تو دوسرا ہنسی کو داخلی و نفسیاتی کیفیات میں تلاش کرنے کی سعی کرتا ہے ۔اِن دو گروہوں کے متوازی ایک تیسرا گروہ بھی ہے، جو ہنسی کی صرف جسمانی توضیح کرتا ہے۔[18] زندگی کی ایک بڑی حقیقت یہ ہے کہ انسان اِس دُنیا میں چیختا چلاتا آتا ہے اور اِسی حالت میں چلا جاتا ہے۔ اغلباً اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ رونا تو سب کو آتا ہے، مگر ہنسنا سب کو نہیں آتا۔ یوں بھی مسکرانے کے لیے انسان کی صرف ایک رَگ استعمال ہوتی ہے، جب کہ منہ بنانے کے لیے جسم کی اکیس رَگیں حرکت میں آتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ "ہنسی" مزاح کی روح ہے۔ ہنسی

اگر جڑ ہے تو ظرافت اِس کا تنا، جب کہ مذاق، ٹھٹھ، مخول، طنز، ہزل، پھبتی، ضلع جگت اور فقرہ بازی اِس کی شاخیں ہیں، ہنسی اگر ماں ہے تو ظرافت اور اِس کی مختلف صور تیں اِس کی اولاد ہیں، جو اپنے مزاج اور سیرت و سرشت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں۔[19] یہی وجہ ہے کہ ہنسی ایک متعدی بیماری کی صورت میں معاشرے میں پھیلتی ہے، یعنی جہاں چند افراد ہنس رہے ہوں تو راہ چلتے لوگ بھی اُن کی ہنسی میں ساجھی دار بن جاتے ہیں، گویا ہنسی افرادِ معاشرہ کو باہم مربوط ہونے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ ہنسی ایسے افراد کو آڑے ہاتھوں لیتی ہے، جو سماجی قدروں اور رسوم و قواعد کو پامال کرنے کی کوشش کریں۔[20]

کانٹ اور دیگر مفکرین کے نظریات

ہنسی کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ جن مفکرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اُن میں ارسطو(Aristotle)(۳۸۴ق م۔ ۳۲۲ ق م)، تھامس ہابز(Thomas Hobbes)(۱۵۸۸ء۔۱۶۷۹ء)، کانٹ (Kant Immanuel)(۱۷۲۴ء۔۱۸۰۴ء)، آرتھر شوپن ہاور (Arthur Schopenhauer)(۱۷۸۸ء۔۱۸۶۰ء)اور ہنری برگساں(Henri Bergson)(۱۸۵۹ء۔۱۹۴۱ء) ایسے مفکرین کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اِس ضمن میں خاص طور پر عمانوائیل کانٹ کا کہنا ہے کہ جب کوئی شے ہوتے ہوتے رہ جائے اور ہماری اُمیدیں اچانک ایک حباب کی طرح پھٹ کر ختم ہو جائیں تو یہ عمل دراصل ہنسی کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔ اِس حوالے سے عمانوائیل کانٹ کا کہنا ہے کہ:

> "Laughter is an affect that arises if a tense expectation is transformed into nothing."[21]

کانٹ کے اِس نظریہ کی مثال کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ سرکس کا جوکر جب کرسی پر بیٹھنے لگتا ہے تو اچانک اُس کا ساتھی اُس کے نیچے سے کرسی کھینچ لیتا ہے، نتیجتاً وہ دھڑام سے نیچے گر پڑتا ہے، جس سے تماشائیوں کی بے اختیار ہنسی نکل جاتی ہے۔ دراصل خوشی کی ظاہری صورت ہنسی کو کہا جاتا ہے اور ہنسی انسان کی ایک مخصوص خِلقی صفت ہے۔ ہر عمر میں ہنسی کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شیر خوار بچوں کی بے آواز ہنسی میں معصومیت، جب کہ جوانوں کی ہنسی میں جارحیت اور خوش گوار احساسات کی جھلک نظر آتی ہے، مگر عمر رسیدہ اور مہذب افراد بالعموم فطری طور پر یا تو بہت کم ہنستے ہیں یا کم از کم اپنی ہنسی کو اعتدال وضبط کا پابند رکھتے ہیں، تاہم جب وہ ہنستے ہیں تو اُن کی ہنسی میں ایک پختگی اور وقار نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔ چوں کہ ہنسی انسانی جذبات کی تطہیر کا بہترین عمل ہے، اِس لیے ہنسی کو ارسطو(Aristotle)(۳۸۴ق م۔۳۲۲ق م) کی زبان میں کیتھارسس(Catharsis) کا ذریعہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یوں بھی ہنسی کسی مجسم(Concrete) چیز کے بجائے ایک ناقابلِ گرفت چیز کا نام ہے۔ فی زمانہ انسان اَن گنت معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اُلجھنوں میں جکڑا ہوا ہے۔ مادی ترقی کی دوڑ نے انسان کو انسان سے دُور کر دیا ہے۔ مسرت و شادمانی کے مواقع ناپید اور نوع بہ نوع بیماریوں کی یلغار ہے۔ نتیجہ معلوم آج کے انسان کو ماضی کے انسان کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہنسنے ہنسانے کی حاجت ہے، تا کہ وہ روزمرہ کی بادِ سموم میں زندہ رہ سکے۔ بہ قول یاس یگانہ چنگیزی(۱۸۸۴ء۔۱۹۵۶ء):

اتنا تو زندگی کا کوئی حق ادا کرے
دیوانہ وار حال پہ اپنے ہنسا کرے

ہنسی مذاق سے افادیت کے مزید کئی اور پہلو بھی جنم لیتے ہیں، یعنی کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمیں حیات و زیست کے افسردہ ترین لمحات میں کوئی مضحک واقعہ ہنسنے پر مجبور کر دیتا ہے، جس سے ہمارے دل کی ساری کدورت اور نم ناکی فی الفور کافور ہو جاتی

ہے اور ہمارا غم ناک دل زندگی کے مصائب کو گوارا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔اِس موقع پر ہنسنا ہنسانا سماجی اور نفسیاتی اعتبار سے انسان کی ایک ناگزیر احتیاج بن جاتی ہے ۔اِس ضمن میں چارلس ڈارون (Charles Darwin)(۱۸۰۹ء۔۱۸۸۲ء)کا بیان مذکورہ فکر کا ترجمان معلوم ہوتا ہے:

"Laughter is frequently employed in a forced manner to conceal or mask some other state of mind, even anger.[22]"

ہنری برگساں کے نزدیک ایسے افراد، جن کے اندازو اطوار، طرزِ سُخن، فکر و خیال اور جسمانی افعال میں اعتدالیت کا عنصر مفقود ہو تو ایسی صورت میں جب اُن کے کردار و شخصیت میں میکانیکی (Mechanical)اور سٹریو ٹائپ (Stereotype)اعمال وافعال کا غلبہ دکھائی دینے لگتا ہے تو یہ صورتِ حال بھی ہنسی کو تحریک دینے کا باعث بنتی ہے۔اِس ضمن میں ہنری برگساں لکھتے ہیں کہ:

"The attitudes, gestures and movements of the humane body are laughable an exact proportion as that body reminds us of a mere machine.[23]"

سگمنڈ فرائڈ کا نظریہ

جدید نفسیات کے بانی سگمنڈ فرائڈ کے نزدیک ہنسی کی نمو کی کئی ایک وجوہات ہیں، جن میں خصوصی طور پر مسخروں کی بعض حرکات و سکنات بھی ہیں، جو ہمیں یک لخت ہنسی پر آمادہ کر دیتی ہیں، وہ اِس لیے کہ اُن کی شکل و صورت عام لوگوں سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔اِسی طرح چھوٹے بچوں کی بعض شرارتیں بھی ہنسی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔بعینہٖ ایسی چیزیں ،جو باشعور یا عاقل و بالغ افراد کی فہم میں غیر مناسب اور بے جوڑ ہوں، وہ بھی ہنسی کی نشوونما کا باعث بنتی ہیں۔[24]علاوہ ازیں انکشافِ ذات(Unmasking) بھی ہنسی کو تحریک دینے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔مثال کے طور پر جب کسی شخص نے ایک بارعب اور پُر وقار انسان کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو، مگر جب اُس کی اصلیت دوسروں پر عیاں ہو جائے تو لوگوں کو اُس پر ہنسنے کا موقع مل جاتا ہے۔اِسی خاص کیفیت کو سگمنڈ فرائڈ یوں بیان کرتے ہیں:

"...Unmasking which comes into consideration only where someone has attached to himself dignity and authority which in reality should be taken from him. We have seen the comic effect of unmasking through several examples of wit, for example, in the story of the fashionable lady who in her first labor-pains cries: "Ah, mon Dieu!" but to whom the physician paid no attention until she screamed:"A-a- a- ai-e- e- e- e- e- e- E- E- E-..." [25]

J.C. Gregory کے نزدیک ہنسی ایک موضوعی انداز کی حامل شے ہے۔مثال کے طور پر کوئی ایسی چیز جو ایک شخصِ خاص کے لیے ہنسی کا موجب ہو سکتی ہو، یہ لازم نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کے لیے بھی ہنسی کا باعث ہو۔گویا مقام و ماحول اور حالات و واقعات کے تغیر سے ہنسی کا تاثر بھی تبدیل

ہو جاتا ہے۔بہ الفاظِ دیگر ہنسی آمیز بیانیے کے فروغ کا انحصار سامع کی قوتِ سماعت پر ہوتا ہے، جو اُسے سنتا ہے۔اِسی امر کی وضاحت کرتے ہوئے J.C. Gregory لکھتے ہیں:

"A jest's prosperity lies in the ear that hears it; its character also depends on the spirit that takes it.[26]"

جدید سائنسی دور میں مفاد پرستانہ روّیوں نے انسان کی لطیف حِسّیات کو دم بخود کر دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان زندگی کی یکسانیت کے سبب اُکتاہٹ اور بے زاری کا شکار ہے اور زندگی کی اِس یک رنگی سے ہنسی اور مسکراہٹ ہی انسان کو نجات دلا سکتی ہے ۔جہاں تک ہنسی کے نمو پذیر ہونے کا سوال ہے تو یاد رہے کہ ہنسی کسی متعدی بیماری کی طرح کسی عمل کے ردِ عمل کے طور پر جنم لیتی ہے۔گویا ہنسی زندگی کی متضاد کیفیات کے باطن سے پھوٹتی ہے اور یہ متضاد کیفیات کئی انواع کی ہو سکتی ہیں۔اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قسم کی ہنسی کسی نہ کسی تضاد کا عملی روپ ہے اور اس تضاد کا طنزیہ و مزاحیہ اظہار (ہنسی) انسانی روّیوں کی تہذیب کے لیے ایک طرح سے تنقید کی حیثیت رکھتا ہے۔بہ الفاظِ دیگر ہنسی ایک حیاتیاتی تعیش (Biological Luxury) ہے،[27] جس کی بہ دولت اعضائے انسانی حرکت میں آکر انسان کو فرحت و انبساط کی دولت سے بہرہ ور کرتے ہیں۔کہا جا سکتا ہے کہ طنز و مزاح کو انسانی زندگی میں حیاتین (Protein) کی حیثیت حاصل ہے ،یعنی ہنسے بغیر شاید انسان سہی معنوں میں زندگی بھی نہیں گزار سکتا، کیوں کہ ہنسنا انسان کا ایک فطری تقاضا ہی نہیں، بل کہ اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔

دلائی لامہ کا نظریہ

اِس ضمن میں بدھ مت مذہب کے روحانی پیشوا دلائی لامہ (Dalai Lama) (پ:۱۹۴۰ء) کا کہنا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ ہماری زندگی کا اصل مقصد خوشیوں کا حصول ہے۔[28] اہم بات یہ ہے کہ ہنسی میں انسان کی محض وہ زائد قوتیں خارج ہوتی ہیں، جن کی انسانی جسم میں ضرورت باقی نہیں رہتی۔اِس عمل سے انسان کو جو آسودگی حاصل ہوتی ہے، اُس میں انسان کو ایک عجیب وغریب فرحت وانبساط کا احساس میسر آتا ہے۔[29] کلیم الدین احمد (۱۹۰۷ء۔۱۹۸۳ء) جو مغربی و مشرقی ادب کا عمیق مطالعہ اور گہری سوجھ بوجھ رکھتے ہیں، اُن کے نزدیک ہنسی کسی چیز یا واقعے کے اُدھورے پن اور متضاد پہلوؤں کی کوکھ سے جنم لیتی ہے:

> ”ہنسی عموماً عدم تکمیل اور بے ڈھنگے پن کے احساس کا نتیجہ ہے۔جس دُنیا میں ہم سانس لیتے ہیں، وہ تکمیل سے خالی ہے ۔انسان اور انسانی فطرت میں بھی یہی ناتمامی ہے، اِس لیے ہنسی کے مواقع کم نہیں۔دُنیا اور زندگی کی ناتمامی اور ناموزونیت مسلّم ہے۔“[30]

کلیم الدین احمد کی رائے اور اس کی قدر و قیمت

کلیم الدین احمد نے گو ہنسی اور مزاح کے جذبہ کے پس پردہ کار فرما عوامل کا ذکر نہیں کیا، لیکن پھر بھی ہنسی اور مزاح کے متعلق اُن کی رائے بڑی وقیع معلوم ہوتی ہے کہ اِن دونوں کا وجود عدم تکمیل اور اُدھورے پن کا مرہونِ منت ہے۔ ہنسی کے بعد خوشی کا اگلا پڑاؤ ”قہقہہ“ کو قرار دیا جاتا ہے۔فی البدیہہ قہقہہ بلاشبہ ایک اعصابی یا میکانکی ردِ عمل کا نام ہے۔اِس فی البدیہہ قہقہہ کی پیدائش دراصل انسانی جسم کے پندرہ پٹھوں کی ایک خاص ترتیب میں ڈھل جانے کے نتیجے میں ہوتی ہے، یعنی انسان کے اوپری ہونٹ کا تحرک انسانی پٹھوں کو تحریک (Stimulate) دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی چہرے پر مختلف لہریں جنم لیتی ہیں، جو ہلکی مسکراہٹ سے کھلی مسکراہٹ اور بالآخر قہقہہ پر جا کر منتج ہوتی ہیں۔بلاشبہ قہقہے میں گونج، بے ساختہ پن اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔[31] گویا قہقہہ ایک ایسا فطری عمل ہے، جس کا بنیادی مقصد محض انسان کو تناؤ کھچاؤ سے دُور کر کے آسانی اور سہولت فراہم

کرنا ہوتا ہے۔"قہقہہ "خوش طبعی اور ذہین آدمی کی پہچان ہوتا ہے۔لمبا قہقہہ صحت کے نقطہ نظر سے بہت اہم خیال کیاجاتاہے۔طویل قہقہہ لگانے سے سینہ اور پھیپھڑوں کو طاقت ملتی ہے اور طبیعت شگفتہ ہوجاتی ہے۔قہقہہ کی مزید تین صورتیں ہیں۔ اوّل وہ افراد جو احساسِ کمتری کا شکار ہوں،وہ اپنی اِس کمی کو چھپانے کے لیے فوراً قہقہہ لگا دیتے ہیں۔دوّم ایسے افراد جنھیں احساسِ برتری کامرض لاحق ہوتا ہے،وہ دوسروں کی تذلیل و تضحیک کے لیے اِس کا اظہار بلند آہنگی سے قہقہہ لگا کر کرتے ہیں۔سوّم رقیق القلب حضرات اپنی خوشی کا اظہار قہقہہ لگا کر کرتے ہیں،اُن کے قہقہے میں خوش مذاقی،نرمی اور شائستگی کاپہلو نمایاں ہوتا ہے،تاہم بزرگوں کے سامنے قہقہہ لگانا بالعموم بدتہذیبی اور معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "مسکراہٹ"،"ہنسی"اور"قہقہہ"تینوں ظرافت کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔انسانی چہرے اوراعصاب پرخوشی کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں،اُنھیں ماپنے کے لیے"مسکراہٹ"،"ہنسی"اور"قہقہہ"ایسی ظریفانہ صورتوں سے مدد ملتی ہے۔خوش طبعی کے اظہار کے لیے سب سے کم تر درجے پر مسکراہٹ،مسکراہٹ میں اگر شدت آجائے توخوشی کے انکشاف کا اگلا مرحلہ ہنسی،جب کہ ہنسی اپنی حدودو گرفت سے نکل جائے تو قہقہے کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔بلا شبہ "مسکراہٹ"،"ہنسی" اور"قہقہہ"تینوں کا مقصد کم وبیش ایک ایسا ہے۔تینوں ہی حیاتِ انسانی کی کم زوریوں اور خامیوں کا تذکرہ مزاحیہ انداز میں کرکے اصلاح کی خدمت انجام دیتے ہیں۔اِن کی اہمیت سے کوئی بھی مہذب انسان انکار نہیں کرسکتا۔وہ اِس لیے کہ کسی قوم کی تہذیبی و اخلاقی اقدار کا اندازہ اُس قوم کے شعورِ مزاح کے وقار ومعیار سے ہی کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ بحث

مختصر یہ کہ ہنسنے ہنسانے سے چہرے کی پژمردگی اور ذہنی اُلجھنیں کافور ہوجاتی ہیں۔خالقِ کائنات کی جانب سے ہمیں سب سے بڑی نعمت ہنسنے ہنسانے کی صورت میں ملی ہے،اِس لیے ہمیں اِس سے مقدور بھر فائدہ اُٹھاناچاہیے۔خوشی کا ضرورت سے زیادہ اظہار ہمیشہ مصنوعی ہوتا ہے اور دوسروں پر فوراً آشکار ہوجاتا ہے۔یوں بھی خوش نظر آنے کی کوشش میں ہم اصل خوشی سے محروم رہتے ہیں۔اِس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم خوشیوں کو حاصل کرنے کے لیے خوشیوں کے پیچھے بھاگتے ہیں،مگر اُنھیں کبھی حاصل نہیں کرپاتے۔اِس کے برعکس اگر ہم خوشیوں کا اہل بننے کی کوشش کریں تو وہ ہمیں آسانی سے مل جائیں گی۔اِسی لیے کہاجاتاہے کہ خوشی دینے والے کے پاس واپس لوٹ آتی ہے۔مغربی و اسلامی تصوراتِ مسرت و افتخار کے ضمن میں حِسِّ مزاح کے مختلف مظاہر کو کلیدی حیثیت حاصل ہے،تاہم مغربی تصورِ مزاح کی بنیادیں اِسلامی نظریہ انبساط کے مقابلے میں یکسر جُدا ہیں۔وہ اِس لیے کہ اِسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے،جس کی حدود حیات و کائنات کی ہر شے پر حاوی ہیں۔مزید یہ کہ اِسلام حِسِّ مزاح کے مختلف مظاہر کو ایک ایسے نظام کا پابند بناتا ہے،جو سر تا پا اِسلامی نظریہ حیات اور اِسلامی عقائد کے تابع ہے۔یہی وجہ ہے کہ اِسلام نے مسرت و فرحت کے لمحات کے اِظہار کے لیے ایک اخلاقی ضابطہ وضع کیا ہے،جو دیگر تمام مذاہب کے نظریات وخیالات کے مقابلے میں اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

References

1. Mawlānā Abul Kalām Āzād, *Ghubār-e-Khātir,* Comp. Mālik Rām (Delhi: Sāhtia Academy, n.d), 74.
2. Jameel But, *Hāzir Jawābiān* (Lahore: A One Publishers, 1993), 16
3. Mumtaz Hussain, *Ghalib aik Mutāla'h* (Karachi: Anjuman-e-taraq-e-Urdu, 1969), 112.

4. Ahmad Jamal Pasha, "Taraqi Pasand Tahreek aur Urdu Tanz-o-mizah.", In, Taraqi pasand Adab Kā pachās sāla safar, ed; Qamar Rais (Delhi: Educational Publishing House, 1989), 526.
5. Kashif Faraz Ahmad, *Khush Gawār Zindagī key Usūl* (Lahore: book way publiations, n.d), 119.
6. Manzoor Hussain Mahir-ul-Qadri, "Falsafa-e-Musarrat", In *Saqi, Zareef No*, (1933):10.
7. Ram Lal Nabhvi, *Tabussum* (Delhi: Anjuman-e-Taraqi-e-Urdu hind, 1986), 17.
8. Kashif Faraz Ahmad, *Zehan ki Tāqat sey Ilaj* (Haq publications, 2007), 75.
Mardola Agarwal, *Khush Rehney key 10 Usūl,* trans: Shakeel Ahmad (Lahore: book home, 2007), 12.
9. Shahzad Ahmad, "*Muna Liza ki Muskarāhat: Freud ki Nazer mein*", In Naqoush no.141, (n.d), 232.
10. Sheikh Iqrar Hussian , Mizāh Nigarian 1 (Lahore: dar-ul-kitab,2000), 9.
11. University of Punjab, Urdu Dāira Muārif-e-Islāmia (Lahore: Punjab University, 1984), 20:507.
12. John Morreall, *Taking Laughter Seriously* (New York: State University of New York Press, 1983), 114.
13. Khaja Abdul Ghufoor, *Tanz-o-Mizāh kā Tanqeedi Jāiza* (Delhi: Modern publishing, 1983), 150.
14. Herbert Spencer, *A Series of Discussions by Herbert Spencer*; Illustrations of Universal progress (New York: Universal progress, 1889), 200.
15. Thomas Hobbes, *Hobbes's Leviathan* (London: Oxford University Press, 1929), 45.
16. Muhammad Azmat Ullah Khan, Comp., *Majmouā Farhat Ullah Baig* (Karachi: Oxford University press, 2011), 1:42.
17. Dr. Sajjad Baqir Rizvi, "*Hansiy key Mutalliq Arab Ḥukamā key Chand Nazriāt*" In Saheefa (Lahore, no.36, July 1966), 52.
18. Mian Maqboul Ahmad, *Bātoun mein Bāteein*, (Gujranwala: Sāieen Mūlā Shāh Welfare Society, 1990), 15.
19. Jameel But, *Ḥāzir Jawābiān*, 16.
20. Kant Immanuel, *Critique of Judgement*, trans. Werner S. (Pluhar Cambridge: Hackett Publishing Company, 1987), 203.
21. Charles Darwin, *The Expression of the Emotions in Man and Animals* (London: John Murray, Albemarle Street, 187, n.d), 214.
22. Henry Bergson, *Laughter*, trans. Cloudesley Brereton and Fred Rothwell (New York: Macmillan Company, 1913), 29.
23. Sigmund Freud, *Jokes and their Relation to the Unconscious*, (London: Routled & Kegan Paul Ltd. 1960), 27.
24. Dr. A. A. Brill, *The Basic Writings of Sigmund Freud* (New York: The Modern Library, 1995), 868.
25. J.C. Gregory, *The Nature of Laughter* (London: Kegan Pual, Trench, Trubner, & Ltd. 1924), 201.
26. Dr. Nasir Abbas Neyyer, *Jadīdiat sey pas-e-Jadīat tak* (Multan: Cārvān-e-Adab, 2000), 149.
27. Dalai Lama, *Khush Rehney kā Fan*, trans: Seyyed Ala-o-uddin (Karachi: city book point, 2006), 13.
28. Dr. Wazeer Agha, *Tanqīd aur Majlisiy Tanqīd* (Lahore: Jamhori Publications, 2013), 22.
29. Kaleem Uddin Ahmad, *Sukhan haey Guftaniy*, (Patna: kitab manzil, 1967), 319.
30 M. Akram Tahir, *Rūzmarra Nafsiāt*, (Lahore: Maktaba meri library, 1986), 42.